Individualland

Creating space for the individual

فرد

شمارہ نمبر۴، اکتوبر ۲۰۱۲ء

امیدِ نوجوان

Friedrich Naumann STIFTUNG FÜR DIE FREIHEIT

کے تعاون سے

فرد

شمارہ نمبر۴ اکتوبر ۲۰۱۲ء

فہرست

ایڈیٹر کے ڈیسک سے ______ ۱
چھوٹا فطین ______ ۲
بادِ مخالف سے نہ گھبرا ______ ۴
عمر چھوٹی بڑا کارنامہ ______ ۶
ہم سا ہو تو سامنے آئے ______ ۸
انڈویجوئل لینڈ کی صحافیوں کے ساتھ ورکشاپ ______ ۱۰
دورِ حاضر کا ابن بطوطہ ______ ۱۲
نیا دور، نئی مثالیں ______ ۱۴
ایک نئی تاریخ ______ ۱۶
یوتھ پالیسی ______ ۱۸

ایڈیٹر:
حمزہ خان

پبلشر:
انڈویجوئل لینڈ پاکستان

کارٹونسٹ:
فاروق قیصر

کوارڈینیٹر:
سندس سیدہ، سید فہد الحسن

ٹائٹل کور ڈیزائین
عدیل امجد

آئی ایس بی این ۶-۱۹-۹۵۸۲-۹۶۹-۹۷۸

Individualland
Creating space for the individual
نمبر ۱۲۔بی، سٹریٹ نمبر ۲۶، سیکٹر ایف ۱/۸، اسلام آباد

Friedrich Naumann STIFTUNG **FÜR DIE FREIHEIT**
کے تعاون سے

ایڈیٹر کے ڈیسک سے

از

حمزہ خان

نوجوانی کے دور میں دنیا ہمیں بہت چھوٹی اور زندگی بہت طویل نظر آتی ہے۔ اکثر اوقات ہم زندگی کے اتار چڑھاؤ کو خاطر میں نہیں لاتے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ دنیا ہمارے لیے بنائی گئی ہے ہم فاتح ہیں اور کوئی چیز ہمیں روک نہیں سکتی۔ گھر کے سناٹے سے اکتا جاتے ہیں جب جوانی کے دن یاد آتے ہیں۔ اچانک ہی گزرے ہوئے لمحے کا کوئی خیال ہمارے چہرے پر مسکراہٹ لے آتا ہے۔ دفتر کے مصروف اوقات میں جوانی میں کی گئی غلطیاں اور ان سے حاصل ہونے والے تجربات ہمارے بچوں کے لیے نصیحت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ نوجوانی! بہت عمدہ تجربہ! بہت ہی کم عمری میں آتا ہے اور جلد ہی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ اس ماہ کے فرد میں نوجوانی کی یادوں کو تازہ کیا جارہا ہے۔ ایک لمحے کو رکیے اور اپنی نوجوانی کے وقت کو یاد کریں۔

"امید نوجوان" اس ماہ کے شمارے میں عنوان کے طور پر چنا گیا ہے ہمارے ملک کے نوجوانوں کا جشن منانے اور ناممکنات کو پالینے پر ہم ان پر فخر کرتے ہیں۔ اس عنوان میں نوجوان شخصیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے نوجوان لوگ جو ہمارے خیال میں کس راہ پر گامزن ہیں اور کن وجوہات کی بنا پر وہ میڈیا کے سامنے نہیں آسکے ہم نے ''ان کی ذاتی زندگیوں میں حد میں رہ کر'' مداخلت کی، انٹرویو کیئے، انٹرنیٹ پر ان کے بارے میں سرچ کیا تاکہ لوگوں کو ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جاسکیں۔ اس ماہ فرد کے شمارے میں ہم نے شافع تھوبانی جیسے کمپیوٹر جینیئس، انم بانڈے تراک چیمپئن، اسکواش چیمپئن کارلا خان اور بائیکر معین خان جنہوں نے لندن سے پاکستان کا سفر موٹر سائیکل پر طے کیا جیسی شخصیات کا ذکر کیا ہے۔

یہ کاوش صرف نوجوانی کی عمر میں حاصل کی گئی کامیابیوں کے متعلق نہیں، بلکہ ہر عمر اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی کامیابیوں کا جشن منانے اور ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی نظر میں عمر کی کوئی قید نہیں۔ آپ کا مزید وقت ضائع کیے بغیر اس جملے کے ساتھ چھوڑے جاتا ہوں۔

''زندگی بہت خوشگوار ہوتی اگر ہم ۸۰ کی عمر میں پیدا ہو کر بتدریج ۱۸ سال کی عمر کی طرف بڑھتے'' (مارک ٹوئن)

چھوٹا فطین

ریحان علی

چھوٹے تھوبانی نے جینئیس ہونے کے نئے معیار مقرر کیے ہیں۔ اب آپ کو جینئیس ہونے کے لیے لمبے بال، داڑھی اور بڑے گول چشمے پہننے کی ضرورت نہیں۔ کائنات کے قوانین چیلنج کر دیئے گئے اور زمین کی کششِ ثقل کو دھوکے کا سامنا ہے کیونکہ شافع نے آٹھ سال کی عمر میں وہ حاصل کر لیا جو کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ حاصل نہ کر سکے۔

ماسٹر شافع کی خبروں میں شہ سرخیوں نمایاں ہونے لگیں جب اس نے اس سال پرومیٹرک ٹیسٹ میں اکانوے نمبر حاصل کیے۔ اس مضمون پر بار بار تحقیق اور اپنے دوستوں سے پرومیٹرک ٹیسٹ کے بارے میں پوچھنے کے باوجود میں پوری طرح ناکام رہا۔ مجھے ابھی تک یہ سمجھ آیا ہے کہ یہ ایسا ٹیسٹ ہے جو پاس کرنا اتنا آسان نہیں وہ لوگ جو مائیکروسافٹ اور آئی بی ایم میں کام کرتے ہیں وہ بھی اس امتحان میں حصہ لینے کے باوجود وہ نہیں حاصل کر سکتے جو ہمارے چھوٹے تھوبانی نے حاصل کیا۔ اکانوے نمبر، یہ نمبر اپنے دماغ میں بار بار دہراتے رہیں اور وہ وقت یاد کریں جب آپ یا میں نے سیکنڈری سکول امتحانات میں پچاس فیصد نمبر حاصل کیے اور خوشی سے چھلانگیں مار رہے تھے۔ تھوبانی تو اس عمر تک بھی نہیں پہنچا اور آٹھ سال کی عمر میں ایک ایسا امتحان پاس کر گیا جس کا بہت سے لوگوں کو پتہ بھی نہیں۔

یہ تصور کریں کہ آٹھ سال کی عمر میں ہم کس طرح دن گزارا کرتے تھے۔ یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے روز کے معمولات کیا ہوا کرتے تھے۔ شافع یقیناً اس راستے پر چل پڑا ہے جہاں وہ آنے والے دِنوں میں اپنے خواب پورے کرے گا اور اپنے ملک کے لیے فخر کا باعث بنے گا۔ عوام پہلے ہی اپنے سیاستدانوں، لیڈروں اور حتیٰ کہ اداکاروں سے بھی ناامید سے نظر آتے ہیں اور ایسے میں تھوبانی جیسے ہونہار قوم کے لیے فخر اور اعزاز کا باعث بنتے ہیں۔

http://tribune.com.pk/story/406713/shafay-thobani-worlds-youngest-mcts-or-self-proclaimed-child-prodigy/

ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہمارا شافع کے والد سے کافی آسانی سے رابطہ ہو گیا جنہوں نے ہمارے سوالات شافع تک پہنچا دیئے اور اس نے ویڈیو کانفرنسنگ کی مدد سے ان سوالات کے جواب اپنے والد کو دیئے جو ہمیں آگے ای میل کر دیئے گئے۔ یقیناً اس کو کہتے ہیں ٹیکنالوجی کا مکمل استعمال کرنا۔ ہمارے والدین تو ابھی بھی موبائل فون کو سیکھنے کی کوشش میں لگے ہیں۔

شافع اپنے والد سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور انٹرویو کے دوران اپنی معصوم سی ہنسی کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ شافع اپنے والد سے شروع سے بہت متاثر تھا اور بڑے ہو کر بھی اپنے والد کی طرح سسٹم انجینئر بننا چاہتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ ہمارے ہاں ایک جینئیس موجود ہے اور یہی نہیں کہ یہ جینئیس ذہانت کی نئی تبدیلی سے تعلق رکھتا ہے جسے ہر وقت اپنے کمپیوٹر کے آگے بیٹھنے کی ضرورت نہیں، وہ زیادہ تر اپنا وقت فٹ بال کھیلنے میں، تیراکی کرنے اور پلے اسٹیشن پر گیمز کھیلتے ہوئے گزارتا ہے، وہ سافٹ ویئر کوڈ لکھنے کے ساتھ ساتھ آئس کریم کھانے کا بھی بہت شوقین ہے۔ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ ہمارے ہاں ایک جینئیس موجود ہے جو کہ ہنستا بھی ہے کھیلتا بھی، دوست بھی بناتا ہے اور ساتھ ہی اپنی عمر کے مشکل ترین امتحان بھی پاس کرتا ہے۔

میری ٹیم نے مجھے یہ سوال پوچھنے پر اصرار کیا کہ نیٹ ورکنگ کیا ہوتی ہے؟ جس شخص کو کمپیوٹر سے دلچسپی نہیں اس کو اس سوال کی سمجھ ہی نہیں آئی ہوگی، مگر جب میں نے مزید پوچھنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ نیٹ ورکنگ دو یا دو سے زیادہ کمپیوٹرز کے درمیان بات چیت کا عمل ہے تا کہ ڈیٹا کا آسانی سے اشتراک ہو سکے۔ شافع نے ہمیں بتایا کہ اسے کئی مشکلات کا سامنا بھی رہا، مگر اس کے والد نے اسے روزمرہ کی مثالوں سے سمجھایا، جس سے اس کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔

شافع نے یہ سب اپنی ذہانت یا صرف قسمت کے بل بوتے پر حاصل نہیں کیا، اس کے انٹرویو کے مطابق اس نے امتحانات پاس کرنے کے لیے بہت محنت کی۔ تیرہ ماہ کے لیے شافع کا معمول تھا کہ صبح سکول کے لیے جلدی اٹھنا، سکول کے بعد والد کے دفتر جا کر اپنی مہارت کی مشق کرتا اور اپنی مہارت کو مزید بہتر بنانے کے لیے شام کو کمپیوٹر کلاسز لیتا۔ اس عمر میں اتنا محنتی ہونا اور پیشہ ورانہ صلاحیت سے کام کرنا یقیناً غیر معمولی ہے۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو پیشہ ور ہونے کے باوجود اتنی تندہی اور محنت سے کام نہیں کر سکتے۔ یقیناً شافع نے مجھ جیسے بہت سوں کو نیچا دکھا دیا ہے۔

شافع اور اس کے والد اس ملک کے نوجوانوں کے لیے ایک اکیڈمی کھولنا چاہتے ہیں جس میں کمپیوٹرز سے دلچسپی رکھنے والے بچوں کی تربیت کی جائے گی اور نئے ریکارڈز قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

گفتگو میں مزاح کے پہلو کو اجاگر کرنے کی خاطر ہم نے شافع سے پوچھا کہ کیا آپ ایک سادہ سا کمپیوٹر ٹھیک کر سکتے ہیں، جس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں آپ کے لیے ٹھیک کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں مگر مجھے مزید جاننے اور تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

تھوبانی نے بہت شائستگی اور اعتماد کے ساتھ جواب دیا، اس عمر میں بھی وہ بہت ذہین ہے اور ہم اس کے لیے دعا گو ہیں کہ وہ قوم کے لئے مزید خوشی کا باعث بنے اور وہ سب کچھ حاصل کرے جو دوسرے افراد حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجیے:
info@individualland.com

بادِ مخالف سے نہ گھبرا

عدیل بابری

نسیم کو ہمیشہ سے ہوائی جہاز متاثر کیا کرتے تھے۔ جب بھی انہیں ہوائی جہاز کے انجن کی آواز سنائی دیتی تو وہ اسے دیکھنے کے لیے جلدی سے گھر سے باہر نکل آتیں۔ نسیم ہمیشہ سے پائلٹ بننے کا خواب دیکھا کرتی تھیں اور یہ سوچتی تھیں کہ ایک نہ ایک دن وہ بھی ہوائی جہاز ضرور اڑائیں گی۔ لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ ان کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ وہ جنوبی ایشیاء کی تیز ترین خاتون بننے جا رہی تھیں۔ نسیم نے جنوبی ایشیا فیڈریشن گیمز (سیف گیمز) میں سو میٹر ریس کا فاصلہ صرف گیارا اشاریہ آٹھ ایک سیکنڈز میں طے کیا۔ ایسا کرنے سے وہ سیف گیمز میں گولڈ میڈل جیتنے والی پہلی پاکستانی خاتون بن گئیں۔

http://www.friendskorner.com/forum/photopost/showphoto.php/photo/175820/title/naseem-hameed/cat/fav

نسیم کی تیز رفتاری کی وجہ سے ان کو پکڑنا آسان نہ تھا۔ لہٰذا ہمیں بہت لوگوں کا سہارا لیتے ہوئے نسیم کو تلاش کر کے ان کے ہم قدم آنا پڑا۔ نسیم سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں وقت کے گزرنے کا اندازہ ہی نہیں ہوا مگر ان سے گفتگو بہت پر لطف رہی۔ ہم سمجھے تھے کہ وہ گفتگو میں بھی تیز ہوں گی اور ہمیں اس دوران مشکلات کا سامنا رہے گا مگر ہم غلط تھے۔ ان کی ہنسی اور دلچسپ جوابات نے ہمیں ایک سیکنڈ کے لیے بھلا دیا کہ ہم جنوبی ایشیا کی سب سے تیز رفتار لڑکی سے گفتگو کر رہے ہیں۔ نسیم سے ان کے بچپن کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بچپن میں بہت شرارتی تھیں۔ لوگوں کی سگریٹ کی ڈبیوں میں پانی ڈالنے میں انہیں بہت مزا آیا کرتا تھا۔ یہ بات بہت سے لوگوں کو شاید مزاحیہ لگی ہو مگر میرے جیسا بندہ جو خود سگریٹ پیتا ہے، اسے یہ معلوم ہے کہ اس حرکت سے میرے دل پر کیا گزرے گی مگر مزاح کی خاطر اسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

نسیم کے تیز بھاگنے سے یہ سمجھنا کہ وہ مشکلات سے بھی دور بھاگ گئی ہوں گی تو ایسا کرنا صحیح نا ہوگا۔ اس دوران انہیں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا تذکرہ انہوں نے ہم سے بھی کیا۔ انہوں نے ایک گہری سانس لی جیسا کہ ایک گھونٹ میں وہ اپنے سارے غم پی گئی ہوں۔ نسیم کو یاد ہے کہ ان کے گھر کے پاس رہنے والے مرد حضرات انہیں ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھتے اور آوازیں کسا کرتے تھے۔ لیکن میں کافی یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جب وہ جیت کر آئی ہوں گی تو انہی لوگوں نے خوشی سے مٹھائیاں بانٹی ہوں گی اور سب کو بتایا ہوگا کہ وہ نسیم کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

نسیم نے ہمیں اپنے الفاظ میں بتایا کہ انہیں اپنے گھر والوں اور دوستوں کا سو فیصد ساتھ حاصل رہا۔ وہ بتاتی ہیں کہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے انہوں نے کڑی محنت بھی کی۔ ہر روز وہ دن کا آدھے سے زیادہ حصہ ورزش کرنے میں گزارتی ہیں۔ میرے جیسا شخص جو ٹریڈمل پر دن کے صرف پندرہ منٹ گزارتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ایک ہفتے کے لیے بہت زیادہ ورزش ہوگئی تو میں دعوے سے

کہہ سکتا ہوں کہ دن کے دس گھنٹے ورزش کرنا بہت بڑی بات ہے۔

نسیم اس بات سے اتفاق کرتی ہیں کہ اس ملک میں مرد اور خواتین دونوں کو کھیل کے وسائل دستیاب نہیں ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ شروع شروع میں یقیناً آپ کو بہت محنت کرنی پڑتی ہے لیکن جب آپ معاشرے میں ایک مقام بنا لیں تو زندگی گزارنا آسان ہو جاتی ہے۔ یہ ہے اصل پاکستان۔ ہمارے ملک میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہیں زندگی کی سب آسائشیں حاصل ہیں۔ یقیناً نسیم جیسے لوگ داد کے حقدار ہیں جنہوں نے اس مقام تک پہنچنے کے لیے اس قدر مشکلات جھیلیں۔

نسیم نے گفتگو کے دوران ہمیں بتایا کہ انہیں دیگر کھیلوں کا بھی بہت شوق ہے۔ ان کو صرف اتھلیٹکس ہی نہیں بلکہ فٹبال اور ریسلنگ بھی بہت پسند ہیں۔ جان سینا اور دی راک ان کے پسندیدہ ریسلرز ہیں۔ اس کی بہن بھی فٹبال کھیلتی ہے۔ ہم نے جب ان کے مستقبل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ دوسری خواتین کو بھی اتھلیٹکس کی تربیت دینا چاہتی ہیں تا کہ وہ نسیم سے بھی بہتر کھلاڑی بن سکیں۔

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجیے:
info@individualland.com

صرف اشتہار نہیں
خبر چاہیے

as part of our **F**ree, **I**ndependent and **R**esponsible **M**edia (FIRM) campaign

عمر چھوٹی بڑا کارنامہ

حمزہ سواتی

میں نے ہمیشہ کامیاب لوگوں کو بہت دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا ہے ۔ یہ جاننا ضروری نہیں کہ انھوں نے کیا حاصل کیا بلکہ یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کو اس راہ پر گامزن کرنے والی کیا چیز تھی۔ کچھ لوگوں نے سچ کی تلاش میں یہ راہ اپنائی، کچھ نے جذبے کی خاطر، کچھ نے پیسے اور طاقت کے لیے اور کچھ لوگ اس لیے اس راہ پر گامزن ہوئے کہ ان کے پاس کچھ اور کرنے کو نہیں تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سب اس لیے بھی کرتے ہیں کہ وہ اپنے بارے میں مزید جان سکیں اور یہ دیکھ سکیں کہ وہ کس حد تک آگے جا سکتے ہیں۔ کچھ حاصل کرنے کی خوشی یقیناً بہت زیادہ ہوتی ہے مگر بغیر مقصد کے یہ خوشی وقت کے ساتھ ماند پڑ جاتی ہے۔

ہمارے درمیان ابھی ایک ایسی فرد موجود ہیں جنہوں نے ہم سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اس لڑکی نے گیارہ سال کی عمر میں عام سطح کے امتحانات بڑی کامیابی کے ساتھ پاس کیے۔ اورڈنیری لیولز جو کہ برطانوی تعلیمی نظام ہے عام طور پر اولیولز کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ تعلیمی نظام پاکستان کے میٹرک کے نظام کے برابر ہے۔

ہم نے ان طالب علموں کے بارے میں سنا ہے جنھوں نے اولیولز میں متعدد مضامین منتخب کیے ہیں اور ان میں اچھے نمبر لے کر پاس ہوئے ہیں، ہم نے ان طالب علموں کے بارے میں بھی سنا ہے جنھوں نے مختلف مضامین میں تفریق حاصل کی ہیں مگر گیارہ سال کی بچی کا اولیولز کے امتحانات پاس کرنا یہ ایک بہت ہی غیر معمولی بات ہے کیونکہ ان امتحانات کو پاس کرنے کی عمر سولہ سال ہے۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کے ستارہ جب تیسری جماعت میں تھی تو اس نے سکول چھوڑ دیا تھا اور اس وقت سے اس نے گھر میں پڑھ کر سب امتحان پاس کیے ہیں۔

ان کے مطابق ہمارا تعلیمی نظام ابھی بھی رٹے اور کتابوں کو یاد کرنے کی عادت پیدا کر رہا ہے جس کے نتیجے میں ہماری ذہنی نشونما نہیں ہو پاتی۔ ان کا کہنا ہے کہ رٹا لگانا اور کتابوں کو یاد کرنا گھر پر بہتر ہو جاتا ہے اور سال بھی ضائع نہیں ہوتا۔ ان سے اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام سوچ کے عمل کو پروان چڑھانے کی بجائے کتابوں کو رٹنے اور یاد کرنے پر زور دیتا ہے، مگر اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آپ لطف کے پہلو کو بالکل بھول جائیں، جیسا کہ پرنسپل کے آفس کے سامنے سزا کے طور پر کھڑے ہونا، بریک کے وقت کا انتظار کرنا، کلاسز بنک کرنا، یہ سب چیزیں انسان اسکول میں کرتا ہے جو کبھی بھلائی نہیں جا سکتی۔ مگر ستارہ کے خیال میں ہم سب زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں۔ کسی ناقابل تصور چیز کو حاصل کرنے کے لیے آپ کو تمام زنجیریں توڑنی پڑتی ہیں جو اس راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

http://blog.paksc.org/2011/12/11/pakistan-11-year-girl-sitara-sets-world-record-o-level/

ستارہ سے جب پوچھا گیا کہ اتنی کم عمر میں اتنی بڑی کامیابی حاصل کرنا انہیں کیسا لگا تو اس کا جواب تھا کہ یہ سب خدا کے فضل سے ہوا ہے اور وہ اس بات پر خوش ہے کیونکہ یہ اس کا فرض تھا کہ وہ اپنے ملک کے لیے کچھ اچھا کریں۔ ستارہ یہ کارنامہ حاصل کر کے آپ نے دنیا کو دکھا دیا ہے کہ پاکستانی کچھ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ دنیا نے ہمیں ہمیشہ غلط سمجھا ہے مگر اس کامیابی سے ان کو نظر ثانی کرنے کا موقع ملے گا۔ ستارہ نے اے لیولز کے پہلے سال کے امتحان کامیابی

کے ساتھ پاس کیے ہیں اوراب وہ ڈگری کا باقی حصہ مکمل کرنے پر مصروف ہیں۔

ستارہ سے بات چیت کرتے ہوئے مجھے ان کی بااعتماد شخصیت کے بارے میں مزید پتا چلا۔ جب ہم نے ستارہ سے اس کے والدین کے کردار کے بارے میں پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے اس کی حوصلہ افضائی کی اور بہترین سہولیات فراہم کیں، مگر ستارہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ والدین اوراساتذہ آپ کے لیے صرف دروازہ کھولتے ہیں امتحانات آپ کوخود پاس کرنا ہوتا ہے۔

اس لڑکی کو سمجھنا بہت مشکل ہو گیا تھا، ہم نے مزید سوالات پوچھے تاکہ ہم اس کے بارے میں مزید جان سکیں، تو ہم نے ان سے پوچھا کہ ان کا پسندیدہ مصنف کون ہے۔ اگر اس کا جواب شیکسپیئر یا ڈکنز ہوتا تو میں اپنا سامان باندھ کر پہاڑوں کی طرف روانہ ہو جاتا اور یہ سوچ لیتا کہ قیامت قریب ہے۔ جب ہم نے جے کے رولنگ اور اینڈ بلایٹن کا نام سنا تو ہمیں سکون آیا اور یہ یقین ہو گیا کہ ہم ایک چھوٹی بچی سے گفتگو کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ان کو کھانا بنانے کا، پینٹنگ کا اور کارٹون دیکھنے کا بھی شوق ہے۔ ان کی مضبوط مرضی کی عکاسی دیکھنے کو ملی جب انہوں نے ہمارے تعلیمی حالات کا تجزیہ کیا۔ اس کا کہنا تھا کے ہمیں اپنا تعلیمی نظام اور پڑھانے کا طریقہ بہتر کرنا ہوگا۔ نصاب کو تصوراتی ہونا چاہیے۔

ستارہ نے اولیولز کا پہلا مضمون کیمسٹری نو سال کی عمر میں پاس کیا، جو اس کا پسندیدہ مضمون بھی ہے۔ مجھے بھی اپنی اورگینک کیمسٹری سے محبت یاد ہے اور الیکٹرونکس سے بھی کیونکہ یہ سب سے آسان ہوتا تھا مگر پھر بھی کیمسٹری میرا پسندیدہ مضمون نہیں تھا۔

ان کا مقصد بائیوکیمسٹری کے شعبے میں آگے بڑھنا اور ڈاکٹر عبدالسلام کی طرح پاکستان کا نام روشن کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ کم از کم اس دفعہ جب وہ سٹیج پر نوبل پرائز لینے جائیں گی تو پاکستان اور دنیا کے لوگوں کو واقعی خوشی ہوگی۔

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجیے:
info@individualland.com

ہم سا ہو تو سامنے آئے

عدیل بابری

چنگیز خان سے عمران خان تک، پاکستانی خان کے نام سے ہمیشہ واقف رہے ہیں، چاہے وہ سیاست میں ایوب خان ہو، کرکٹ میں عمران خان یا موسیقی کی دنیا میں نصرت فتح علی خان۔ اسکواش ایک اور میدان ہے جس میں خانز نے پاکستان کی دنیا بھر میں فخریہ نمائندگی کی ہے۔ اسکواش میں پاکستان کی نمائندگی دنیا بھر میں جس جس نے کی ان سب کا نام لینا ممکن نہیں ہے۔ البتہ میں کارلا خان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو معروف اسکواش لیجنڈ اعظم خان کی پوتی ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ اسکواش ان کے خون میں ہے۔ کارلا خان واسل خان کی بیٹی ہے جو جونیئر ورلڈ چیمپئن رہ چکے ہیں اور ڈیوس کپ بھی جیت چکے ہیں جو برٹش جونیر اوپن کے برابر ہے۔

کارلا نے بارہ سال کی عمر میں اسکواش کھیلنا شروع کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ پہلی بار جب انہوں نے اسکواش کورٹ میں قدم رکھا ہوگا تو یہ احساس ہوا ہوگا کہ وہ یہ کھیل ہی کھیلنے کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ انیس سال کی عمر میں کارلا نے پاکستان کی نمائندگی کرنے کا آغاز کیا اور بین الاقوامی اسکواش سے ریٹائرمنٹ تک پاکستان کی نمائندگی کرتی رہیں۔ ایک نئی تاریخ رقم ہونے کو تھی کیونکہ کارلا اسکواش کھیلنے والی پہلی خاتون بننے والی تھیں۔

http://www.carlakhan.co.uk/photo.asp

۲۰۰۲ء میں کارلا کے کیرئیر میں بہتری آنے لگی جب انہوں نے میکسیکن خاتون سیمینتھا ٹیرن کو ایلسیلو یڈور اوپن میں شکست دی۔ ۲۰۰۳ء کا سال کارلا کے لیے زیادہ کامیاب رہا جب انہوں نے آسٹریلیا کی میلیسا مارٹن کو کینیڈا کے اوٹاوا انٹرنیشنل اوپن میں شکست دی۔ ۲۰۰۳ء کے فیصلہ کن سال کے بعد کارلا عالمی رینکنگ کے تیس بہترین کھلاڑیوں میں شامل ہوئیں اور پاکستان کی بہترین کھلاڑی بن گئیں۔

۲۰۰۴ءمیں کارلا نے ملائیشیا کے نکل ڈیوڈ کو آئرش اوپن میں شکست دے کر اکیسویں نمبر پر آ گئیں، یہ کارلا کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستان میں منعقد ہونے والا خواتین کا پہلا بین الاقوامی ٹورنامنٹ جیتا جب انھوں نے ملائیشیا کی شیرن وی کو سٹریٹ سیٹس میں شکست دی۔ کارلا نے ۲۰۰۵ء کے سال کا اختتام تہران کی چوتھی اسلامی گیمز کے فائنل میں پہنچ کر کیا جہاں ان کو ملائیشیا کی ٹریسیا چھوا سے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کارلا کی کامیابیوں کی وجہ سے انھیں اسکواش کی ملکہ کا خطاب ملا اور ان کے چاہنے والے دنیا بھر میں موجود ہیں۔

سری لنکا میں ۲۰۰۶ء کی ساؤتھ ایشین گیمز کے دوران انہیں کمر کی تکلیف شروع ہوگئی اور اس وقت بھی وہ پاکستان کی نمبرون کی حیثیت سے کھیل رہی تھیں مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ان کے کیرئیر کا اختتام ہے۔ مگر انھوں نے ۲۰۰۷ءمیں

واپسی کی اور ایرانین اوپن اور آسٹرین اوپن جیت کر دنیا کے چالیس بہترین کھلاڑیوں کی فہرست میں شامل ہوئیں۔ ۲۰۰۸ء میں ستائیس سال کی عمر میں کارلا نے کمر کی تکلیف کی وجہ سے ریٹائرمنٹ کا حتمی فیصلہ کیا۔

شپاک پیشن ڈوٹ نیٹ کے ساتھ انٹرویو میں جب کارلا سے سوال پوچھا گیا کہ ان کے ساتھ پاکستان سپورٹس منسٹری نے تعاون کیا؟ تو ان کا واضح طور پر جواب تھا کہ ان کو سپورٹس منسٹری نے کوئی مدد فراہم نہیں کی، مالی امداد بھی نہیں۔ ان کو تو کوچ بھی میسر نہیں ہوا۔ یہ ان کی ثابت قدمی اور والدین کا ساتھ تھا جس نے انہیں اسکواش کی بلندیوں تک پہنچادیا۔ حکومت پاکستان کی سردمہری کے باوجود انھوں نے بین الاقوامی چیمپیئن شپس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ پالیسی بنانے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ کارلا کی کامیابیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی مزید جانچ کریں۔ کارلا کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ ان خواتین میں سے ہیں جنھوں نے دوسری خواتین کے لیے کھیل کی راہ ہموار کی۔ انھوں نے ایک ویب سائٹ پاک پیشن کو بتایا کہ اس سے انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ پرلطف ہونے کے ساتھ ساتھ معمول کا حصہ ہے۔

کارلا نے اس کھیل کو پوری طرح نہیں چھوڑا وہ ابھی ٹریننگ کرتی ہیں، لیگ کے لیے کھیلتی ہیں اور اسکواش کھلاڑیوں کو کوچ کرتی ہیں۔ ان کو مختلف ممالک میں کوچنگ کرنے کے مواقع فراہم ہوئے ہیں جیسا کہ ایرانی خواتین ٹیم، مصری خواتین ٹیم، پاکستان کی خواتین کو ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء میں انھوں نے نیویارک میں خواتین کی اسکواش کو بہتر بنانے کے لیے ایک کنٹری کلب میں فل ٹائم کوچنگ کی۔

کارلا اب اکتیس برس کی ہیں اور اسکواش سے ریٹائرمنٹ لے چکی ہیں، مگر وہ آج بھی خواتین کھلاڑیوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کے کھیلنے کا انداز ہمیشہ جارحانہ اور جذبات سے بھرپور رہا کیونکہ ان کے مطابق زندگی بھی ان کے لیے آسان نہیں تھی۔

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجیے:
info@individualland.com

سنسنی خیز خبروں سے بیزار؟
معزز صارف
اپنے ٹی وی کے ریموٹ کا استعمال کریں
as part of our **F**ree, **I**ndependent and **R**esponsible **M**edia (FIRM) campaign

انڈویجوئل لینڈ کی صحافیوں کے ساتھ ورکشاپ

We need a self critical media.

as part of our **F**ree, **I**ndependent and **R**esponsible **M**edia (FIRM) campaign

Unbiased + critical thinking = independent media

as part of our **F**ree, **I**ndependent and **R**esponsible **M**edia (FIRM) campaign

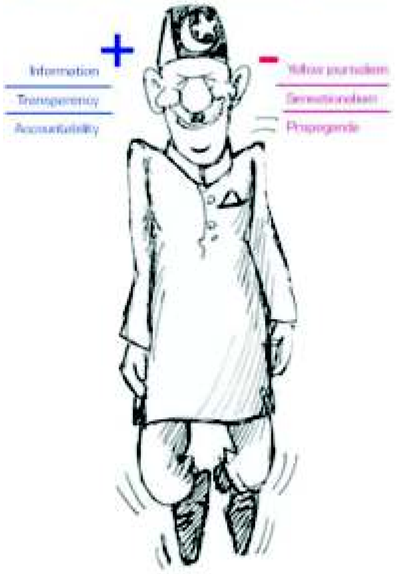

"Words are the new weapons, satellites the new artillery, Caesar had his legions, Napoleon had his armies, I have my divisions TV, news, magazines"

[Movie: Tomorrow Never Dies]

as part of our **F**ree, **I**ndependent and **R**esponsible **M**edia (FIRM) campaign

دورِ حاضر کا ابن بطوطہ

حمزہ سواتی

اٹھاراں مہینے سے چاول کے ساتھ کیچپ کھانا اور 'مختلف ایجنڈا' کے نام سے جاننا بہت پرعزم ہونے کی نشانی ہے۔ ہم کرکٹر معین خان کو تو جانتے ہیں جو ۹۲ کے ورلڈ کپ میں وکٹ کیپر تھے اور بعد میں اپنی سویپ شاٹس کی وجہ سے پہچانے جانے لگے۔ مگر اب ایک اور معین خان نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ معین خان پچیس سال کا نوجوان ہے جس کا مقصد دنیا کے سامنے اپنے ملک کا امیج تبدیل کرنا ہے۔ جب میں امیج بیلڈنگ کا لفظ پڑھتا ہوں یا سنتا ہوں تو میرے ذہن میں آتا ہے کہ دو سرکاری اہلکار کیمرے کے سامنے ہاتھ ملا رہے ہیں۔ مختلف ممالک میں تھیٹر پرفارمنسز ہو رہی ہیں اور گانے سنے جا رہے ہیں۔ مگر اپنی پیٹھ پر پاکستانی پرچم رکھ کر موٹر سائیکل کے ساتھ ایک شخص نے امیج بیلڈنگ کو ایک نیا طول و عرض دیا ہے۔

http://www.defence.pk/forums/members-club/150771-pakistani-man-travels-california-lahore-his-motorbike.html

گیارہ جون ۲۰۱۱ء کو ہمارے بائیکر بھائی نے سان فرانسسکو میں گولڈن گیٹ برج سے سفر کا آغاز کیا اور اٹلانٹک سے تجاوز کر کے جرمنی پہنچے وہاں سے اپنی موٹر سائیکل کی سواری کا سفر شروع کیا اور مشرقی یورپ سے ہوتے ہوئے ایشیا میں داخل ہوئے اور آخرکار ۳۱ دسمبر ۲۰۱۱ء کو پاکستان پہنچ گئے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سفر طے کرنا اتنا آسان نہ تھا، ۴۵۰۰۰ کلومیٹر کا سفر موٹر سائیکل پر طے کرتے ہوئے ہمارے معین کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ میں مزید بتا تا چلوں کہ ان کی جیب میں اس کے والد کا کریڈیٹ کارڈ نہیں تھا جس کی مدد سے وہ کھانے اور رہنے کا خرچہ دے سکیں اور فیول ٹینک بھروا سکیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کو اجنبی لوگوں سے رات کو رہنے کی اجازت لینی پڑتی تھی جن کو وہ جانتے بھی نہیں تھے۔ معین ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ترکی میں ترک لڑکوں نے ان کو رات گزارنے کے لیے گیس سٹیشن میں بہت آرام دہ جگہ مہیا کی۔ مگر اس شخص کو اپنی مسکراہٹ سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف دلانا تو آتی ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے معین کا کہنا تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ راستے میں لوگ پاکستان کا جھنڈا دیکھنے سے گریز کریں گے مگر ان کا خیال غلط تھا۔

معین کے ہمت نہ ہارنے والے رویے نے انہیں آج یہاں تک پہنچایا۔ وہ جہاں بھی جاتے لوگ ان کو دیکھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ معین نے تو اپنا ٹی وی، گاڑی، فرنیچر اور پلے سٹیشن بھی بیچ دیا تاکہ سفر کے لیے پیسے جمع کر سکیں۔ ان کو انجانے کا خوف بہت زیادہ تھا اور بہت سی چیزوں کی پریشانی بھی۔ موٹر سائیکل کا سفر صرف امیج بلڈنگ کا عمل نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسا سفر تھا جس میں اس نے اپنے آپ کو پہچانا اور اپنے آپ سے واقفیت پیدا کی جو شاید ہم سب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

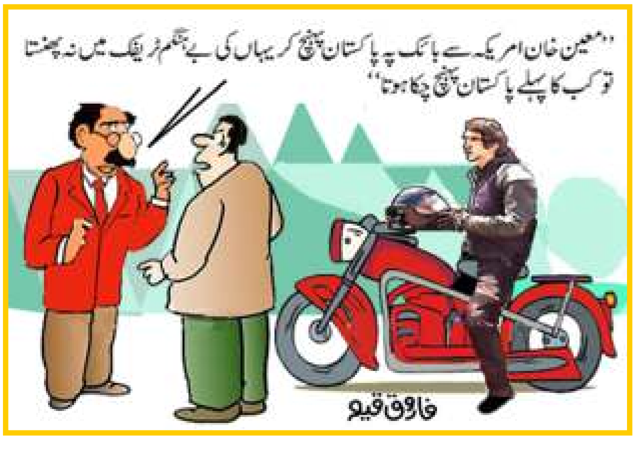

معین کے لیے یہ سفر اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ رومانیا سے گزرتے ہوئے انہیں

ایک افسوسناک حادثے کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے ان کو چھ ماہ کے لیے سفر سے وقفہ کرنا پڑا، تاہم ٹھیک ہونے پر پھر سفر کا آغاز کیا۔ شاید ان کو پاکستان میں داخل ہونے کا احساس اور اپنے جیسے لوگوں کو دیکھنے نے پر اعظم رکھا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو پہلے اپنے والد کو فون کرتا اور بتاتا کہ مجھے ان کی بہت یاد آرہی ہے تھوڑا بہت مکھن لگاتا اور اگلی ہی پرواز پر رومانیا سے پاکستان کے لیے روانہ ہو جاتا۔ اس چیز پر میں خان صاحب کو سلام پیش کرتا ہوں۔

۴۵۰۰۰ کلومیٹر کے لمبے سفر نے معین کے دماغ سے فارغ بیٹھنے کی عادت ختم کر دی ہے۔ وہ ملک کی ترقی کے لیے مختلف اقدامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ حالیہ سفر کا مقصد ہے پاکستان میں عورتوں اور لڑکیوں کو موٹر سائیکل کی سواری سکھانا۔ آپ جانتے ہیں اس سے کیا حاصل ہوگا؟ کوئی اندازہ؟ وہ خواتین کو بااختیار بنانا چاہتے ہیں۔ بہت منفرد اور جدید! شاندار، ایسے خیالات ان لوگوں کے دماغ میں کیوں نہیں آتے جو حکومت میں ہیں اور جو پہلے ہی سے خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کیا خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے ہمارے دماغ میں صرف بینظیر انکم سپورٹ کا نام آتا ہے؟ مستقبل میں پورے ملک کے گرد چکر لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس سفر میں جو کچھ بھی دیکھیں سے پوری دنیا تک پہنچائیں تاکہ انہیں حقیقی پاکستان کے بارے میں پتہ چل سکے تا

ہم صرف میں اس کے حق میں ہوں بلکہ اگر معین کو کسی سیدھے سادے لڑکے کی اپنے موٹر سائیکل کے سفر میں ضرورت ہو تو میں تیار ہوں۔ (ویسے معین مجھے موٹر سائیکل چلانا نہیں آتی تو میں سفر کرنے سے پہلے آپ سے کلاسز لینے کا سوچ رہا تھا۔)

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجیے:
info@individualland.com

نیا دور، نئی مثالیں

سندس سیدہ

جب بھی ہم خواتین کو پولیس کی وردی میں دیکھتے ہیں تھانے میں یا پھر روڈ پر چالان دیتے ہوئے تو پہلی چیز ہمارے ذہن میں کیا آتی ہے؟ کہ ایک عورت ایسے کام کیوں کر رہی ہے؟ خصوصاً ایک مرد کے دماغ میں جو اس معاشرے کا حصہ ہے۔ ہمارے لوگوں کے ذہن ابھی بھی اتنے کھلے نہیں ہیں کہ ہم خواتین کو مردو والے شعبوں میں دیکھ سکیں۔

courtesy: Individualland

پولیس لفظ ہمیشہ طاقت اور اتھارٹی سے منسلک کیا جاتا ہے۔ جو دنیا کے اس حصے میں مرد کی پہچان سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جہاں پر مردوں کی سنی جاتی ہے۔ عورت کو ہمیشہ دبایا جاتا ہے۔ اور مردوں کی خواہشات اور مطالبات پر اترنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے چاہے وہ باپ، میاں یا بھائی ہو یا پھر بیٹا۔ اور جو خواتین اپنی منفرد سوچ اور آراء رکھتی ہیں ان کو برا اور نافرمان سمجھا جاتا ہے۔ صنفی ماہرین کے کام کے باوجود ملک کے بیشتر حصوں میں یہ سوچ پائی جاتی ہے۔

مختلف مشکلات کے باوجود خواتین کو آخر کار یہ احساس ہوگیا ہے کہ اب وہ اکیسویں صدی میں داخل ہوگئی ہیں اور ان کو یہ کالے قوانین کی مزید پیروی کرنے کی ضرورت نہیں۔ خواتین ابھی بھی اقلیتوں میں سمجھی جاتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ وہ زندگی کے مختلف پیشوں میں حصہ لے رہی ہیں۔ پیشہ ورانہ خواتین بننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو گھر کا خیال نہیں رکھنا۔ جتنی بھی عورت کامیاب ہو جائے اگر بچے تمیز دار نہیں ہیں۔ اگر کھانا میز پر نہیں ہے تو عورت کو ذمے دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے یہ سوچنا بھی بہت مشکل ہے کہ خواتین آرام کی زندگی گزارتی ہیں۔

میں نے خواتین کی پیشوں میں جانے کی حوصلہ افزائی کی ہے جیسے کہ ہماری لیڈر، اداکار، نرسز اور ڈاکٹرز اور حال ہی میں سائنسدان اور انجینیئرز بھی۔ لیکن ہم آج بھی خواتین کو غیر روایتی شعبوں میں دیکھنے سے قاصر ہیں جیسے کے فوج میں صوبیدار، ٹینک کی ڈرائیور وغیرہ وغیرہ۔ پاکستان کے کامیاب نوجوانوں کی فہرست سے خواتین جو ملک اور قوم کی خدمت کر رہے ہیں ان کو نکالنا بہت مشکل تھا۔ پاکستان میں خواتین پولیس میں شمولیت اس لیے لیتی ہیں تاکہ وہ ملک کی بہتری میں کردار ادا کر سکیں۔ شاید یہ کامیابیاں اتنی بامقصد نہ دکھائی دیتی ہوں مگر یہاں ضرورت دقیانوسی روایات کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھنے کی ہے۔ ایسی ہی خواتین میں نادیہ سمیرا اور نرگس اشرف کے نام بھی شامل ہیں جو معاشرے کی دقیانوسی روایات کے خلاف پرعزم ہیں۔ یہ دونوں کراچی میں کانسٹیبل کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں اور ملک کی خدمت کے لیے کوشاں ہیں۔

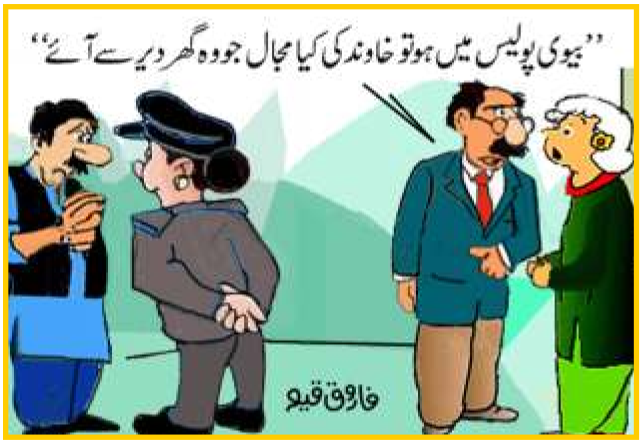

لوگوں کے تنگ اور ہراساں کرنے کی وجہ سے یہ دونوں خواتین پولیس سروس میں شامل ہوئیں۔ایک خاتون فرماتی ہیں میں لوگوں کی خوشحالی کے لیے کام کرنا چاہتی تھی خصوصی طور پر اُن خواتین کے لیے جو ٹی وی پر آ کر اپنے گھریلو تشدد کے واقعات بیان کرتی ہیں۔

courtesy: Individualland

نادیہ کہتی ہیں یہ مشکل قدم تھا مگر جب اس نے پولیس کے محکمے میں شمولیت کی تو اس کے پورے خاندان کو بہت خوشی ہوئی۔نادیہ سارا کریڈٹ اپنے والد کو دیتی ہیں، جو خود بھی ایک پولیس افسر ہیں اور جنہوں نے اس کی بہت مدد کی۔ یہ ہمارے لیے بہت فخر کی بات ہے کے ہمارے ملک میں ایسے باپ موجود ہیں جو اپنے بچوں کے خواب اور خواہشات کی حمایت کرتے ہیں چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ نرگس کو بھی اپنے خاندان کی طرف سے پوری حمایت حاصل تھی اور وہ کہتی ہے کہ، میرے خاندان والے کھلے ذہن والے ہیں جس کی وجہ سے اسے پولیس سروس میں جانے پر کوئی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

یہ دونوں جوان پولیس اہلکار بتاتی ہیں کہ اب لوگ ان سے بہت عزت سے پیش آتے ہیں۔کئی دفعہ لوگ ان سے بدتمیزی بھی کرتے ہیں لیکن جب ہم پولیس خواتین بن کر ان سے اچھی طرح پیش آتے ہیں تو ان کے رویے تبدیل ہو جاتے ہیں۔

نادیہ ایلیٹ فورس اسکواڈ کا حصہ ہیں۔وہ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ کمانڈو ٹریننگ کے لیے سلیکٹ ہوئی تھیں جو انہوں نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا۔یہ خواتین کسی بھی شخص سے لڑنے اور سنبھالنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔میں تو کبھی بھی سوچ نہیں سکتا ان طاقتور خواتین سے مقابلہ کرنے کا جو لڑنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

یہ ہمارے لیے بہت فخر کی بات ہے کہ ہم نے ایسی خواتین سے بات کی جو کسی بھی چیز پر جھکنے کو تیار نہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ ایسی خواتین سامنے آئیں اور وہ سب کچھ حاصل کریں جو بنیادی طور پر انہی کا ہے۔یہ ملک اس لیے نہیں بنا تھا کہ مرد عورتوں پر غالب ہوں۔یہ خواتین ان کے لیے ایک امید کی طرح ہیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ وہ بھی دوسروں کی زندگیوں میں امید کی کرن جگا سکتی ہیں۔

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجیے:
info@individualland.com

ایک نئی تاریخ

ریحان علی

یونان کے تاریخی شہر اولمپس میں ایک نئی تاریخ رقم ہونے کو تھی۔ یہ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ پاکستان سے پہلی بار کوئی لڑکی اولمپکس میں حصہ لینے جا رہی تھی۔ اسکندر اعظم آج زندہ ہوتا تو شاید وہ بھی ٹوئٹر پر اس لڑکی کے بارے میں لکھنے کو بے تاب ہوتا جو اس علاقے سے تھی جہاں اس نے اپنی آخری جنگیں لڑیں۔ شاید یہ ان لوگوں پر طنز تھا یا پھر ایک نئی تاریخ رقم ہونے جا رہی تھی۔ میں ذاتی طور پر اسے ایک تاریخی واقعہ کہنا پسند کروں گا۔ یہ میرے لئے ہی نہیں بلکہ بہت سے دوسرے پاکستانیوں کیلئے بھی تازہ ہوا کا ایک جھونکا تھا۔ وہ اس لئے بھی کہ پاکستان سے پہلی بار کوئی کرکٹ، ہاکی، اسکواش، ٹینس، کبڈی، سنوکر یا ڈیزرٹ ریلی کے علاوہ کسی کھیل میں حصہ لینے جا رہا تھا۔ تیراکی وہ کھیل ہے جس میں پاکستان کا نام پہلی مرتبہ ابھر کر دنیا کے سامنے آیا۔ جہاں پاکستان کو جمہوری طور پر کمزور، انتظامی طور پر بدعنوان اور ایک شدت پسند ملک تصور کیا جاتا ہے، وہاں یہ بات کسی خوشخبری سے کم نہیں تھی کہ پندرہ سال کی ایک لڑکی پہلی بار اولمپکس کے تیراکی کے مقابلوں میں دنیا کے مشہور ترین تیراکوں کے ساتھ حصہ لینے جا رہی تھی۔ تو کیا وہ برطانیہ میں مقیم ہے یا وہ اس مقابلے میں آخری پوزیشن پر آئی؟ جہاں تک اس کے پاکستانی ہونے کا سوال ہے تو اس نے بہت سے بین الاقوامی فورمز پر بھی پاکستان کی نمائندگی کی اور اردو کے چند الفاظ بھی بولے۔ جمہوری طور پر منتخب ہونے والے مستقبل میں پاکستان کے

لیڈر بلاول کو کم از کم اسی معیار پر چنا گیا اس بنا پر اس لڑکی کا پاکستان کی نمائندگی کرنا بالکل درست تھا۔

http://www.brecorder.com/sports/olympic-2012-london/70618-anum-banday-breaks-national-record-at-london-olympics.html

بلاول کی مثال اور مذاق ایک طرف ہمیں اپنی اس ساتھی پاکستانی کی اولمپکس میں شرکت کا جشن منانے کی ضرورت ہے۔ یقیناً میں ان بہت سے لوگوں میں شامل ہوں جنہیں اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے ملک سے کوئی پہلی مرتبہ وہ بھی اتنی چھوٹی سی عمر میں اولمپکس میں شریک ہوا اور مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کہ وہ جیتی، ہاری یا آخری پوزیشن پر آئی۔ جو بات قابل دید ہے وہ یہ ہے کہ ۲۰۱۲ء اولمپکس میں ایک پاکستانی لڑکی نے اسی پانی میں تیراکی کی جس میں دنیا بھر کے بہترین تیراکوں نے اپنی قسمت آزمائی۔ میرے خیال میں اس لڑکی کی یہ کاوش بھی کسی کامیابی سے کم نہیں، یقیناً مستقبل میں وہ سونے کا تمغہ بھی جیت سکتی ہیں۔

انم بانڈے نے پیشہ ورانہ تیراکی کا آغاز ۲۰۱۱ء میں چودھویں فینا عالمی چیمپئن شپ میں شرکت سے کیا جو شنگھائی چائنہ میں منعقد کی گئیں۔ انہوں نے نا صرف ۲۰۱۲ء اولمپکس میں حصہ لیا بلکہ ۴۰۰ میٹر کے انفرادی مقابلوں میں نیا قومی ریکارڈ بھی بنایا جو کہ ۵ منٹ اور ۱۱۔۳۷ سیکنڈ پر مشتمل تھا۔

مس انم بانڈے اولمپکس میں شرکت سے پہلے تین سال اسلام آباد میں تربیت حاصل کرتی رہی ہیں اور فینا عالمی چیمپئن میں شرکت نے ان کی اولمپکس ۲۰۱۲ء میں شرکت کیلئے راہ ہموار کی۔ انہوں نے تیراکی کی شروعات قومی مقابلوں سے کی اور شدید محنت اور تربیت کے بعد اولمپکس میں شرکت کی اہل ہوئیں۔ یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ آخر قومی میڈیا نے صرف انم کے ہارنے پر ہی کیوں نظریں جمائے رکھیں؟ یہ بھی تو کہا جاسکتا تھا کہ انم کڑی اور تھکا دینے والی محنت کے باوجود یہ مقابلہ نہ جیت سکیں اور آخری پوزیشن پر آئیں۔

http://blogs.thenews.com.pk/blogs/2012/07/anum-banday-%E2%80%93-honor-or-failure/

جب صحافیوں نے ان سے سوال کیا کہ یہ مقابلہ ہارنے کے بعد وہ کیسا محسوس کر رہی ہیں تو انہوں نے نہایت بہادری سے جواب دیا کہ میں اپنی کارکردگی سے خوش ہوں اور اب میرا حدف اگلے اولمپکس مقابلوں میں شرکت ہے۔

انم کی توجہ اب ''ریو'' برازیل میں ہونے والے اگلے اولمپکس مقابلوں پر ہے اور وہ پرامید ہیں کہ اس دفعہ وہ میڈل ضرور حاصل کریں گی۔

انم کا اولمپکس مقابلوں میں آخری پوزیشن حاصل کرنے میں یقیناً کوئی شرمندگی کی بات نہیں کیونکہ ان کا حدف اولمپکس میں شرکت کرنا اور اس جوش کو محسوس کرنا تھا۔ انہیں اس بات کا پورا احساس تھا کہ ان کے اس مقابلے میں شرکت کے مواقع بھی کم تھے۔ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں خوفزدہ نہیں بلکہ پرامید ہیں۔

اس وقت وہ لندن میں ہیں اور بارنٹ کوپٹ ہال سوئمنگ کلب نارتھ ویسٹ (شمال مغربی) لندن میں تربیت حاصل کررہی ہیں۔ میں ان کے مستقبل کیلئے دعا گو ہوں۔ پندرہ سالہ انم ابھی آپ کو بہت آگے جانا ہے اور ایک پاکستانی شہری ہونے کے ناطے میں آپ کی پوری طرح حمایت کرتا ہوں اور کسی دن ایئرپورٹ پر آپ کا پھولوں کے گلدستے سمیت استقبال کرتا نظر آؤں گا۔

میگزین یا مضمون سے متعلق مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجئے:
info@individualland.com

یوتھ پالیسی

ذوالفقار حیدر

خواہ امریکہ ہو یا مسائل زدہ افریقی ریاستیں، یہ کسی بھی ملک کے نوجوان ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترقی اور خوشحالی کی مضبوط بنیاد ڈالتے ہیں۔ پاکستان کی ۶۳ فیصد آبادی پچیس یا پچیس سال سے کم عمر سے تعلق رکھتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کی ترقی اور خوشحالی میں اس کے نوجوان بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان پچھلے ۶۵ سال سے ایک قابل عمل یوتھ پالیسی بنانے میں ناکام رہا ہے۔ چاہے اس کا تعلق تعلیم سے ہو یا کھیل سے، مگر ایک مضبوط پالیسی نہ ہونے کے باوجود پاکستانی نوجوان بہت ہی باصلاحیت ہیں اور بہت کچھ حاصل کر چکے ہیں۔

پاکستان میں کامیاب نوجوانوں کی بہت سی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں جیسا کہ پچیس سال کے علی رضا جو پہلا پاکستانی ہے جس نے ڈیزائننگ اور سافٹ ویئر ڈویلپمنٹ میں مائیکروسافٹ اور اوریکل جیسے معروف اداروں سے سو سے زائد سرٹیفیکیٹ حاصل کر کے آئی ٹی پروفیشنلز کو حیران کر دیا۔

شافے تھوبانی آٹھ سال کی عمر میں دنیا کا سب سے کم عمر مائیکروسافٹ اسپیشلسٹ بن گیا۔ انعم بانڈے پہلی پاکستانی خاتون تیراک ہیں جنھوں نے اولمپکس میں حصہ لیا۔ ایک اور پاکستانی خاتون نسیم حمید جنوبی ایشیا کی تیز ترین خاتون بنی جب انھوں نے ۲۰۱۰ء میں گیارھویں جنوبی ایشین گیمز کی سو میٹر دوڑ میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔

پاکستانی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نوجوان شہریوں کو بہترین مواقع فراہم کرے تاکہ وہ آگے چل کر اپنے معاشرے اور معیشت کی بہتری میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ ۲۰۰۹ء میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کی مدد سے ایک قومی یوتھ پالیسی تیار کر کے پیش کی گئی جس کا مقصد نوجوانوں کی قوت کو استعمال کر کے ان کو ترقی کی جانب ایک راستہ فراہم کرنا تھا۔ اٹھارویں ترمیم کے بعد دوسری چیزوں کی طرح نوجوان بھی صوبائی موضوع بن گیا اور قومی پالیسی کالعدم قرار دے دی گئی۔ البتہ صوبائی سطح پر بھی نوجوانوں کی ترقی کی خاطر پالیسیوں پر کام جاری ہے اور انہی کوششوں کے نتیجے میں پنجاب میں نوجوانوں کے لیے ایک پالیسی بنائی گئی ہے جس کا مقصد نوجوانوں کو معاشرتی، معاشی اور سیاسی طور پر مزید قابل بنانا ہے۔

لاہور میں منعقد ہونے والا موجودہ یوتھ فیسٹول بہت کامیابی سے منعقد کروایا گیا اور یہاں بھی نوجوانوں نے نئے ریکارڈز قائم کیے۔ جلیل الحسن نے کرکٹ کٹ کو ایک منٹ اور آٹھ اشاریہ دو ایک سیکنڈز میں جوڑا، بارہ سال کی مہک گل نے صرف ۴۵ سیکنڈز میں شطرنج کے ٹکڑوں کو ترتیب دیا اور ایسا ایک ہاتھ کے استعمال سے کیا گیا۔ دیگر ریکارڈز میں نوجوانوں کا دنیا کا سب سے بڑا ہیومن فلیگ اور ہزاروں لوگوں کا قومی ترانہ گانا تھا۔

پنجاب یوتھ پالیسی ۲۰۱۲ نوجوانوں نے یوتھ ماہرین کی مدد سے بنائی جس کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- پنجاب یوتھ والنٹیئرز موومنٹ کا آغاز کیا جائیگا جو اسکول کی سطح سے نوجوانوں میں کمیونٹی سروس کے جذبے کو فروغ دے گا۔
- بلدیاتی نظام کے تحت نوجوانوں کو پانچ فیصد کوٹہ دیا جائے گا تاکہ نہ صرف انہیں فیصلہ سازی کے عمل کا حصہ بنایا جائے بلکہ ان کو قیادت کے مواقع میسر ہو سکیں۔

- بین الاقوامی روزگار کے مواقعوں کا ایک تجزیہ کیا جائے گا۔
- ڈویژنل سطح پر ماڈل دانش اسکول بنائے جائیں گے۔
- انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے ماہرانہ ترقی کے فروغ کے لیے میرٹ پر طلبا وطالبات میں لیپ ٹاپ تقسیم کیے جائیں گے۔
- تکنیکی تعلیم کےفروغ خصوصاً جنوبی پنجاب میں وظائف دیے جائیں گے۔
- کامیاب طلباوطالبات کواسکالرشپس دیے جائیں گے۔
- طلباوطالبات میں غیرنصابی سرگرمیوں کوفروغ دیاجائے گا۔
- بے روزگار تعلیم یافتہ نوجوانوں کوتکنیکی تعلیم کے مواقع اور چھوٹے قرضے دیے جائیں گے۔
- تکنیکی تعلیم کے نصاب کوبہتری کے علاوہ تربیتی سہولیات کوبھی مرحلہ وار بہتر کیا جائے گا۔
- دیہاتوں اورشہروں میں مقامی دستکاری کے ذریعے نوجوانوں کیلئے کاروبار کے مواقع فراہم کیے جائیں گے اوران مصنوعات کی فروخت اورتجارت کیلئے پیشہ ورانہ معاونت فراہم کی جائے گی۔
- مال مویشیوں اورڈیری کے ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے زکوۃ کے مستحقین کو مویشی پالنے، بے روزگارنوجوانوں کیلئے وٹرنری ورکرز کی تربیت، ادارہ کسان ماڈل کی نقل، دودھ ٹھنڈا رکھنے کے ٹینکوں کی فراہمی اور بارانی ویلج ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کےتحت مال مویشیوں کی فراہمی۔
- غیررسمی طور پر حاصل کی گئی تربیت اورمہارت کی تصدیق کیلئے سرٹیفکیشن کا آغاز۔
- نوجوانوں اورکاروبار کی شروعات سے لے کراس کے پھیلاؤ تک تربیت اور کام کرنے کےمواقع فراہم کرنا۔
- بڑے اداروں، کمپنیوں اورکاروبار کرنے والوں کواس بات پر رضامند کرنا کہ کل ملازمت کا کم ازکم پانچ فیصد حصہ نوجوانوں کوانٹرنشپ کی صورت میں فراہم کیا جائے۔
- معاشرے میں ہم آہنگی کے فروغ کیلئے یکساں بنیادی اور ثانوی تعلیم کا فروغ۔
- حکومت لڑکیوں کے لئے ملازمت کا پندرہ فیصد کوٹہ مخصوص کرے گی۔

- حکومت ایک یوتھ ہیلپ لائن کا آغاز کرے گی جس کے ذریعے نوجوانوں کو ان کی صحت اورتولیدی مسائل پر رہنمائی فراہم کی جائے گی۔
- حکومت بچوں اورنوجوانوں کیلئے زندگی اورمہارت کے پروگراموں کا آغاز کرے گی۔
- زبردستی اوربچپن کی شادی کی روک تھام کے قوانین کے نفاذ کیلئے سخت اقدامات کئے جائیں گے۔
- ثقافتی مسائل کے پیش نظر اسکولوں میں تولیدی حقوق پر تعلیم اورمعلومات فراہم کی جائے گی۔
- عوامی پیغامات اوراورنصاب کے ذریعےلڑکیوں اورلڑکوں کی برابری کوفروغ دیا جائے گا۔
- پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے ذریعے پنجاب انٹرنشپ پروگرام کا ارتقاء اور فروغ۔
- اسکولوں کی سطح پر بوائز اسکاؤٹس اورگرلزگائیڈز کی دوبارہ شروعات اورآفات سے نمٹنے کیلئے ان کی رہنمائی۔
- علاقائی سطح پر تحقیقات اورنوجوانوں کے بارے میں بہتر سمجھ پیدا کرنے کی کوشش۔
- صوبے بھر میں کھیلوں کی سرگرمیاں اورمیلوں کا انعقاد۔
- بین الصوبائی یوتھ ایکسچینج پروگرام جسے مقامی کالج اور یونیورسٹیاں منعقد کریں گے۔
- نئے یوتھ ہوسٹلوں کا قیام اور پرائیویٹ سیکٹرز کی نئے ہوسٹل بنانے کیلئے حوصلہ افزائی۔
- مقامی زبانوں، فنون لطیفہ اورموسیقی کا پیلاک جیسے اداروں کے ذریعے فروغ۔
- اسمبلی اوردیگر سرکاری اداروں میں نوجوانوں کے دورے۔
- حکومت نوجوانوں کوڈینگی، سیلاب اور دیگر آفات میں مختلف سرگرمیوں کا حصہ بنائے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ سول سوسائٹی ادارے سندھ میں اسی طرح کی ایک پالیسی مرتب کرنے میں مصروف ہیں جوعنقریب شائع کردی جائے گی۔

ڈاکومینٹریز

ادارے سے آگاہی

انڈ ویجوئل لینڈ پاکستان ایک متحرک، غیر جماعتی اور غیر منافع بخش رجسٹرڈ سول سوسائٹی ادارہ ہے۔اس کا بورڈ کل پانچ ارکان پر مشتمل ہے، جبکہ روزمرہ کے معاملات اس ادارے کے ڈائریکٹر کی ذمہ داری ہے۔ قیام سے لے کر آج تک اس ادارے نے حکومتی انتظامات، قانون کی بالادستی، میڈیا اور مراسلاتی، ہنر، سول سوسائٹی کے استحکام اور جمہوریت کی ترقی کے لئے کام کیا ہے۔

انڈ ویجوئل لینڈ نے واضح طور پر قانون دانوں اور دیگر سول سوسائٹی اداروں کے ساتھ مختلف حیثیتوں میں کام کیا ہے اور خصوصاً میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد کی تربیت کے حوالے سے اس کا نام پورے پاکستان میں جانا جاتا ہے۔

اشاعت

میڈیا سے متعلق

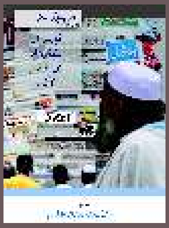

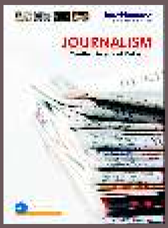

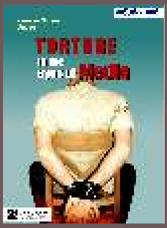

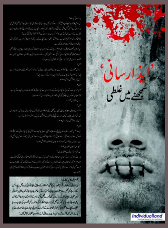

تنازعاتی تجزیے اور انتہا پسندی کے خاتمے سے متعلق

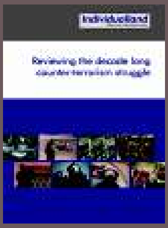

پاکستان پولیس خواتین

اقتصادیات

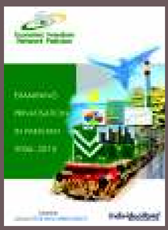

حکومت اور احتساب

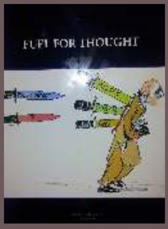

فرد میگزین

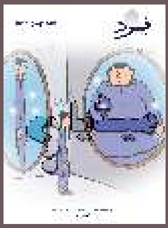

اگلی اشاعت مئی ۲۰۱۳ میں

http://individualland.com/firm-blog/
info@individualland.com
www.individualland.com